پانچواں پارہ

مولانا محمد اسلم شیخوپوری

چوتھے پارہ کے آخر میں ان عورتوں کا ذکر تھا جن سے نکاح کرنا حرام ہے، پانچویں پارہ کے شروع میں اسی بحث کو مکمل کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ ''ان محرمات کے سوا دوسری عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں اس طرح سے کہ مال خرچ کر کے ان سے نکاح کرلو بشرطیکہ نکاح سے مقصود عفّت قائم رکھنا ہو نہ کہ شہوت رانی، تو جن عورتوں سے تم فائدہ حاصل کرو ان کا مہر جو مقرر کیا ہوا ادا کردو۔''

یہ جو آخری الفاظ ہیں کہ ''جن عورتوں سے تم فائدہ حاصل کرو'' ان الفاظ سے بعض حضرات متعہ کے جواز پر استدلال کرتے ہیں مگر یہ استدلال بالکل باطل ہے، اس آیت میں نکاح شرعی کا ذکر ہے متعہ کا ذکر نہیں ہے، اس میں شک نہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں متعہ کا رواج تھا چونکہ اسلام کے احکام بتدریج نازل ہوئے ہیں اس لیے ابتداءِ اسلام میں یہ رواج باقی رہا لیکن بعد میں واضح طور پر اس کی حرمت کا اعلان کردیا گیا، ابن ماجہ میں ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے لوگو! میں نے تمہیں متعہ کی اجازت دی تھی لیکن اب اللہ نے اسے قیامت تک کے لیے حرام کردیا ہے۔'' اس کے علاوہ جو اہم مضامین اس پارہ میں آئے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

(۱) تیسرے رکوع میں گھر کے نظام کو درست رکھنے کے لیے چند بنیادی ہدایات دی گئی ہیں، پہلی ہدایت تو یہ دی گئی ہے کہ گھر میں قوامیّت (حاکمیت) اور ذمہ دار ہونے کا درجہ مرد کو حاصل ہوگا، کیونکہ جس جماعت اور جس گھر کا کوئی سربراہ نہ ہو اسے انتشار اور افتراق سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ اس سربراہی کا یہ مطلب نہیں کہ مرد کو آقا اور عورت کو لونڈی کا درجہ دے دیا جائے بلکہ ان کا باہمی تعلق ایسے ہوگا جیسے راعی اور رعیت کا ہوتا ہے، دوسری ہدایت یہ دی گئی ہے کہ اگر

عورت اکھڑ مزاج ، نافرمان اور سرکش ہوتو اسے راہِ راست پر لانے کے لئے تین تدبیریں اختیار کی جاسکتی ہیں: پہلی تدبیر یہ ہے کہ اسے سمجھایا جائے اور سرکشی کے بُرے نتائج سے خبردار کیا جائے ۔ اگر وعظ ونصیحت اس پر اثر نہ کرے تو دوسری تدبیر یہ ہے کہ اس کا بستر الگ کردیا جائے اوراس سے کنارہ کشی اختیار کرلی جائے ،اگر پھر بھی وہ نہ سمجھے تو انتہائی اقدام کے طور پر اور واقعی سرکشی اور بے راہ روی کی صورت میں حد کے اندر رہتے ہوئے اس کی پٹائی بھی لگائی جاسکتی ہے۔ یہاں یہ بات ذہن نشین کرلینا مناسب ہوگا کہ قرآن کے مخاطب ہر قسم کے لوگ ہیں،شہری بھی ، دیہاتی بھی ،جنگلی بھی ،صحرائی بھی ،شریف الطبع بھی اور اکھڑ مزاج بھی ، باکردار بھی اور بدکردار بھی ، اسلام نے ہر عورت کی پٹائی کی اجازت نہیں دی بلکہ صرف اسی عورت کی پٹائی کی اجازت دی ہے جو اس کے علاوہ دوسری کوئی زبان نہ سمجھتی ہو اور ظاہر ہے پسماندہ معاشروں میں ایسی عورتیں بھی ہوتی ہیں جو پٹائی کے بغیر راہِ راست پر نہیں آتیں لیکن وہ ظالم مرد جو چھوٹی چھوٹی باتوں پر وحشیانہ انداز میں عورتوں کی پٹائی لگاتے ہیں ان کے اس ظلم اور زیادتی کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

(۲) گھر اور خاندان کے نظام کو درست رکھنے کی تدابیر بتانے کے بعد پانچویں رکوع میں اجتماعی زندگی کی درستگی کے لئے ہر چیز اور ہر کام میں احسان کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بھی بتادیا گیا ہے کہ احسان کی بنیاد باہمی خیر خواہی ،امانت ،عدل اور رحمدلی پر ہے۔ (۵۸)

حقیقت یہ ہے کہ اسلام ،حق ، عدل اور مساوات کا دین ہے اور وہ ساری مخلوق کے درمیان عدل کا حکم دیتا ہے یہاں تک کہ کافر کے حقوق بھی غصب کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔عثمان بن طلحہ کا مشہور واقعہ ہے، جو کعبہ کے کلید بردار تھے ۔ان سے فتح مکہ کے موقع چابی لی گئی تو بعض مسلمانوں نے کلید بردار ہونے کا شرف حاصل کرنے کی تمنا ظاہر کی مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں کلیدِ کعبہ واپس کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ یہی واقعہ ان کے ایمان لانے کا سبب بن گیا۔ پھر وہ واقعہ بھی قابلِ ذکر ہے جسے مفسرین نے چھٹے رکوع کی بعض آیات کے شان نزول کے طور پر ذکر کیا ہے

کہ ایک نام نہاد مسلمان (منافق) اور یہودی کا مقدمہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے یہودی کے حق میں فیصلہ کیا۔منافق نے اپنے حق میں فیصلہ کروانے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع کیا اور آپ نے اس کی گردن اڑادی۔اس پر منافقین نے بڑا شوروغوغا کیا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے سامنے اس حقیقت کو خوب اچھی طرح واضح کردیا کہ کسی بھی شخص کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں جب تک کہ وہ اللہ اور رسول کے فیصلوں پر راضی نہ ہو اور یہ بھی بتادیا گیا کہ رسول کی بعثت کا اصل مقصد ہی یہ ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے،رسول کی اطاعت حقیقت میں اللہ کی اطاعت ہے لیکن ظاہر ہے منافقوں کو رسول کی اطاعت بڑی گراں محسوس ہوتی ہے۔(۶۰-۶۵)

(۳) اس کے بعد ساتویں رکوع میں پہلے تو مسلمانوں کو جہاد اور قتال کی تیاری کا حکم دیا گیا ہے اور یہ کہ اپنی نیت خالص رکھیں اور صرف اللہ کی رضا اور دین کی سربلندی کے لئے جنگ کریں پھر بڑے جذباتی انداز میں انہیں جہاد کی ترغیب دی گئی ہے کہ آخر تم جہاد کیوں نہیں کرتے جبکہ صورت یہ ہے کہ ظلم وستم کی چکی میں پسنے والے کمزور مرد،خواتین اور بچے اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلا پھیلا کر دعائیں کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو ہمیں اس بستی سے نکال دے جہاں کے لوگ بڑے ظالم ہیں اور اے اللہ! تو کسی کو ہمارا مددگار بنا کر بھیج دے۔(۷۵)

چونکہ عام طور پر موت کا خوف جہاد کے میدان میں نکلنے سے ایک بڑی رکاوٹ بنتا ہے اس لئے فرمایا گیا کہ موت تو کہیں بھی آسکتی ہے،گھر میں بھی اور مضبوط قلعوں میں بھی،نہ جہاد میں نکلنا موت کو یقینی بناتا ہے اور نہ ہی گھر میں رہنا زندگی کے تحفظ کی ضمانت ہے۔(۷۸)

(۴) جہاد وقتال کی ترغیب کے بعد مسلمانوں کو منافقین کی تدبیروں اور سازشوں سے چوکنّا رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔یہ وہ سنگدل گروہ ہے جس نے اسلام کا جامہ زیب تن کرکے ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچایا،مدینہ منورہ میں جو پہلی اسلامی ریاست قائم ہوئی اس کے خلاف سازشوں کا تانا بانا بننے میں بھی یہی گروہ پیش پیش تھا،مسلمان ان حرمان نصیبوں کے بارے میں

فیصلہ کرنے میں متردّد تھے کہ سورۂ نساء کا وہ حصہ نازل ہوگیا جس میں ان کی ذلت آمیز حرکتوں، خفیہ منصوبہ بندیوں اور بغض وحسد پر مبنی کارروائیوں کا پول کھول دیا گیا اوران کے بارے میں واضح فیصلہ سنادیا گیا کہ ان کا اسلام اور مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں تاکہ اہلِ ایمان اور اہلِ نفاق کے درمیان حدفاصل قائم ہوجائے اور مسلمان منافقوں کے بارے میں یک آواز ہوجائیں اور ان کے درمیان کوئی اختلاف باقی نہ رہے۔ باری تعالیٰ کے حاکمانہ بیان کا انداز ملاحظہ فرمایئے، ارشاد ہوتا ہے: ''تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم منافقوں کے بارے میں دوگروہ ہو رہے ہو اور اللہ نے ان کو ان کی حرکتوں کی وجہ سے الٹ دیا ہے۔'' (۸۸)

یعنی اے مسلمانو! تم منافقوں کے بارے میں دوگروہوں میں کیوں تقسیم ہوگئے ہو، ایک گروہ کہتا ہے کہ انہیں قتل کرنا چاہیے کیونکہ وہ ہمارے دشمن ہیں، دوسرا گروہ کہتا ہے کہ ان کے بارے میں نرم پہلو اختیار کرنا چاہیے کیونکہ وہ ہمارے دینی بھائی ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے نفاق اور معصیت کی وجہ سے کفر کی طرف واپس لوٹا دیا ہے۔ اس کے بعد ان کی حقیقت سے پردہ چاک کرتے ہوئے فرمایا گیا: ''وہ (منافق) یہ چاہتے ہیں کہ جیسے وہ خود کافر ہیں تم بھی کافر بن جاؤ پھر تم دونوں برابر ہوجاؤ، پس ان میں سے کسی کو دوست نہ بناؤ جب تک کہ وہ اللہ کی راہ میں ہجرت نہ کریں۔ پس اگر وہ اعراض کریں تو انہیں پکڑو اور جہاں بھی پاؤ انہیں قتل کرو اور کسی کو رفیق اور مددگار نہ ٹھہراؤ۔'' (۸۹)

(۵) دسویں رکوع میں مؤمن کے قتلِ عمد کی سزا بتائی گئی ہے اور اس کے لیے انتہائی سخت لہجہ اختیار کیا گیا ہے، فرمایا گیا: ''جو کوئی کسی مؤمن کو جان بوجھ کر قتل کرے، اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ کا غضب ہوا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لیے اللہ نے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔'' (۹۳)

اس آیت سے بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ مؤمن کو قتل کرنے والا اگرچہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو وہ دائمی عذاب کا مستحق ہے لیکن بالاتفاق یہ ظاہری معنی مراد نہیں ہے، دائمی عذاب کا مستحق صرف وہ

شخص ہوگا جو مسلمان کے قتل کو حلال سمجھے گا کیونکہ ایسا سمجھنے والا کافر ہو جاتا ہے اور کافر کے لیے ہمیشہ کا عذاب ہے۔

(۶) قتلِ عمد کی سزا بیان کرنے کے بعد دوبارہ جہاد کی اہمیت اور مجاہدین کی فضیلت بتائی گئی ہے اور واضح طور پر بتا دیا گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ رہنے والے برابر نہیں ہو سکتے۔ یہ جو بار بار جہاد کی طرف متوجہ کیا جا رہا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جہاد، اُمتِ اسلامیہ کی عزت اور سعادت کا راستہ ہے، اگر اُمت جہاد سے کنارہ کشی کر لے گی تو اسے ذلت اور رسوائی سے کوئی نہیں بچا سکتا۔

(۷) جہاد کے ساتھ ساتھ ہجرت کا بھی ذکر ہے کیونکہ ہجرت بھی جہاد کی مختلف قسموں میں ایک قسم ہے، چنانچہ گیارہویں رکوع میں فرمایا گیا ہے کہ جو شخص قدرت کے باوجود دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف ہجرت نہیں کرے گا اور اس حالت میں اسے موت آ جائے گی تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔(۹۷)

بعض روایات میں ہے کہ جب آیاتِ ہجرت نازل ہوئیں تو حضرت حمزہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ سخت علیل تھے وہ پریشان ہو گئے، چلنے پھرنے کے قابل تو تھے نہیں، اپنے بیٹوں سے کہا کہ مجھے چارپائی پر ڈال کر مدینہ منورہ لے چلو، میں مکہ میں ایک رات بھی نہیں گزاروں گا۔ انہیں چارپائی پر ڈال کر مدینہ لے جانے لگے لیکن مکہ سے نکلتے ہی ان کا انتقال ہو گیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کر کے گھر سے نکل جائے پھر اس کو موت آ پکڑے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمے ہو چکا اور اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔'' (۱۰۰)

(۸) چونکہ ہجرت و جہاد میں خوف و خطر کا سامنا بھی ہوتا ہے اس لئے بارہویں رکوع میں صلوٰۃِ خوف اور صلوٰۃِ مسافر کا ذکر ہے، تیرھویں رکوع میں اس مشہور واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس کے مطابق ایک شخص نے چوری کرنے کے بعد ایک یہودی پر بہتان لگا دیا، اس نے اور اس کے اقرباء نے اپنی چکنی چپڑی باتوں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو متأثر کر لیا، قریب

تھا کہ حضور اس یہودی کے خلاف فیصلہ فرما دیتے کہ اللہ پاک نے یہ آیات نازل فرمائیں اورآپ کو ایسے لوگوں کا ساتھ دینے اور ان کی وکالت کرنے سے منع فرمایا۔ارشاد باری ہے: ''آپ دغابازوں کی طرف سے جھگڑا کرنے والے نہ بنیں اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں، بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔'' (۱۰۵-۱۰۶)

یہ آیات اور یہ واقعہ عدل وانصاف کی تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے کہ ایک یہودی اور مسلمان (منافق) کے تنازع میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا میلان مسلمان کی طرف ہوا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو نہ صرف تنبیہ کی گئی بلکہ اس تنبیہ کا قیامت تک کے لئے قرآن میں بھی ذکر کر دیا گیا۔

ان آیات کے نزول کے بعد یہ شخص جس نے چوری کی تھی مکہ بھاگ گیا اور مرتد ہو گیا، اس لئے پندرھویں رکوع میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا جرم کفر وشرک ہے اور جس کا کفر وشرک پر انتقال ہو جائے اس کی مغفرت کی کوئی صورت نہیں۔ (۱۱۶)

(۹) اس کے بعد متعدد آیات میں انسان کی سرکشی کا سبب بتلایا گیا ہے، وہ یہ کہ اللہ کے مقابلے میں شیطان کی اطاعت کرتا ہے اور وہ اس کو ہدایت کے راستے سے بہت دور لے جاتا ہے۔

(۱۰) پھر ابوالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کا تذکرہ ہے اور یہ کہ ہدایت اسی کو ملے گی جو ان کے راستے کی اتباع کرے گا۔

(۱۱) سولھویں رکوع میں دوبارہ عورتوں کا تذکرہ ہے جس میں ان پر ظلم کرنے اور ان کے حقوق غصب کرنے سے منع کیا گیا ہے اور یہ کہ اگر میاں بیوی کے درمیان اختلاف ہو جائے تو انہیں آپس میں صلح کر لینی چاہیئے کہ صلح ہی سب سے اچھا راستہ ہے۔

(۱۲) پانچویں پارہ کے آخری رکوع میں دوبارہ منافقین کی مذمت ہے اور انہیں سخت ترین عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

[The End]